انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کا فروغ اور حدیث نبویؐ

حافظ محمود اختر*

اسلام کی آمد سے فکر انسانی کا رخ گمراہی اور جہالت سے ہدایت اور علم کی طرف مڑ گیا۔ انسانی اقدار بدل گئیں۔ لوگوں کی سوچ کا انداز بدل گیا۔ اندھیروں کی جگہ ہدایت کی روشنی نے لے لی۔ قرآن مجید کے زیر اثر علم وحکمت کی ایک نئی تحریک نے جنم لیا۔ یہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی کا نتیجہ تھا کہ وہ عرب جو علم وحکمت کی طرف طبعی طور پر کوئی میلان نہیں رکھتے تھے، چند ہی برسوں میں لوگوں کو علم وحکمت سکھانے والے بن گئے قرآن مجید نے علم وحکمت کی بنیادیں فراہم کیں اور نبی کریم کی حکمت عملی کے تحت ایک ایسا دیر پا علمی انقلاب برپا ہوا کہ قرون وسطیٰ کے یورپ نے اس سے اثر قبول کیا اور مشرق ومغرب کے انصاف پسند محققین اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کی آمد علم وحکمت کے انقلاب کا آغاز تھا۔

قرآن مجید کی پہلی وحی کے پہلے الفاظ "اقرأ " ہیں۔ (العلق:۵-۱) سورۃ الانعام کی آیت نمبر 50 میں فرمایا: هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ۔ (جو علم رکھنے والے ہیں کیا وہ علم نہ رکھنے والوں کے برابر ہوا کرتے ہیں؟) قرآن مجید مختلف طریقوں سے غور وفکر کی تلقین کرتا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 82 میں فرمایا: اَفَلَايَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرآنَ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے۔ سورۃ محمد کی آیت نمبر 24 میں فرمایا: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ وہ غور وفکر کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتا ہے: اَفَلَا تَعقِلُونَ. اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ. اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ. اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَومٍ يَّعقِلُونَ.

قرآن پاک "ن۔ظ۔ر" مادہ سے اُنظُرُوْا. يَنظُرُوْنَ. تَنظُرُوْنَ. النَّاظِرِيْنَ کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جس کا معنیٰ ماہرین نے غور وفکر اور بنظر غائر دیکھنا کیا ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں ۱۳۰ مرتبہ آیا ہے اور ۱۶ سے ۲۰ مرتبہ انفس وآفاق کے سیاق وسباق میں آیا ہے۔ اس کا معنیٰ تقليب البصر والبصيرة لإدراك الشيء ورؤيته وقد يراد به التأمل والفحص وقد يراد به المعرفة الحاصلة بعد الفحص۔(۱)

---

* ڈین فیکلٹی آف علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

کسی چیز کے ادراک اور سمجھنے کے لئے بار بار نظر دوڑانا اور غور کرنا۔اور بعض اوقات اس سے غور وفکر، کھوج کرید کرنا بھی مراد لیا جاتا ہے۔اور کبھی اس سے مراد تحقیق کے بعد حاصل ہونے والی معرفت ہوتی ہے۔

اسی طرح ع۔ق۔ل مادہ سے بھی **تعقلون** اور **یعقلون** کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔۲۳ مرتبہ **تعقلون** اور بیس سے زائد مرتبہ **یعقلون** کے الفاظ آئے ہیں۔(۲) اس سلسلے میں قرآن تفکر۔ تذکر اور تدبر کے الفاظ بھی استعمال کرتا ہے۔ ان الفاظ کا استعمال سورۃ النحل کی آیات گیارہ تا تیرہ میں ہوا ہے۔ گیارہ نمبر میں **یتفکرون**، آیت نمبر بارہ کے آخر میں **یعقلون** اور آیت نمبر تیرہ کے آخر میں **یذکرون** کے الفاظ آئے ہیں۔ اس ترتیب کے بارے میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

> یہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی جانب نزول ہے۔یعنی اعلیٰ صفت یہ ہے کہ انسان کائنات میں غور کرے۔ یہ نہ ہو تو کم از کم عقل سے تو کام لے اور کائنات کی اشیاء اسے جس منزل کی جانب متوجہ کر رہی ہیں ان کی یاد دہانی سے فائدہ اٹھائے۔(۳)

اسی سورۃ النحل میں آگے چل کر آیات ۶۵ تا ۶۷ میں اس موضوع سے متعلق تین الفاظ **یَسْمَعُوْنَ**[۶۵] **یتفکرون** [۶۶] **یعقلون** [۶۷] آئے ہیں۔اس ترتیب کے بارے میں مولانا اصلاحی لکھتے ہیں:

> اس جگہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی جانب رجحان ہے کہ انسان کم از کم اتنا تو ہو کہ وہ معقول بات کو سنے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔(۴)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن بنیادی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جن کی بنیاد پر وہ حیوانوں سے جدا ہوتا ہے وہ عقل ہے۔ عقل، اللہ تعالیٰ کی جانب سے بڑا عطیہ ہے۔اسی لیے قرآن وحدیث میں اسے استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اسلام اور عقل کا باہم کس قدر تعلق ہے؟ اس سلسلے میں متوازن نقطہ نگاہ یہ ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو عقل کو استعمال میں لانے کی ترغیب بھی دیتا ہے اور حکم بھی دیتا ہے۔ ایسا نہ کرنے والوں کی مذمت کرتا اور انہیں جانوروں سے گئی گزری مخلوق قرار دیتا ہے۔

قرآن مجید کی مختلف آیات میں امم سابقہ کے حالات بیان کرنے یا عبرت آموز واقعات بیان کرنے کے بعد غور وفکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔سورۃ یوسف کی آیت نمبر 111 میں امم سابقہ کے واقعات کے حوالے سے فرمایا کہ ان میں عقل رکھنے والوں کیلئے عبرت اور نصیحت ہوتی ہے۔سورۃ النساء کی آیت نمبر ۸۳ میں فرمایا: لَعَلِمَهُ

الَّذِینَ یَسْتَنْبِطُوْ نَهٗ مِنْهُمْ (چاہیے کہ ان میں سے تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے) سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر 122 میں فرمایا: مسلمانوں کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ گویا امت میں کچھ ایسے لوگوں کی ہر دور میں موجودگی لازم ہے جو حالات پر کڑی نگاہ رکھیں اور اس کے مطابق وہ غور و فکر اور تحقیق کرتے رہیں۔ تا کہ دین تشریح و تعبیر اور اجتہاد کا کام وقت کی ضرورت کے مطابق کریں۔

اسی طرح سورۃ الحشر کی آیت نمبر 2 میں فرمایا: ''فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ.'' (اے بصیرت کی آنکھیں رکھنے والو! نصیحت پکڑو) اسی مفہوم سے متعلق سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 13 میں فرمایا: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ. (جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کیلئے اس میں بڑی عبرت و نصیحت ہے) سورۃ آل عمران آیت نمبر 190 میں فرمایا: زمین و آسمان کی تخلیق کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اس میں عقل مندوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔

قرآن مجید اندھی تقلید کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کا حکم سورۃ النحل کی آیت نمبر 43 ہے کہ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ. اگر تم کسی بات کا علم نہیں رکھتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔ قرآن کافروں کی اس بنا پر مذمت کرتا ہے کہ وہ اندھے مقلد ہیں۔

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر 104 میں ہے ''جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل فرمایا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اس چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو عمل کرتے ہوئے پایا تھا۔ کیا بھلا وہ تب بھی ان کی پیروی کرتے رہیں گے جب ان کے آباء میں نہ تو عقل تھی اور نہ وہ ہدایت پر تھے''۔ قرآن مجید میں یہ مضمون سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 170 اور سورۃ لقمان کی آیت نمبر 21 میں بھی بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید نے اندھی تقلید سے منع کر کے درحقیقت علم اور عقل انسانی کے جمود کی راہیں بند کر دیں اور سورۃ النساء کی آیت نمبر 83 میں حکم دے دیا کہ ''چاہیے کہ تحقیق کرنے والے پیش آمدہ مسائل میں تحقیق کرتے رہیں''۔ (۵)

علمی و فکری ارتقاء اور تخلیق و تحقیق کا کام اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب محقق یقینی معلومات، حقائق اور حتمی علم کی بنیاد پر پورے اعتماد کے ساتھ غور و فکر کرے۔ اس حوالے سے سورۃ النجم کی آیت نمبر 28 میں قرآن حکیم ایک بنیادی اصول دیتا ہے کہ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا. یعنی گمان اور ظن و تخمین وہاں کچھ کام نہیں آتا جہاں پر یقین چاہیے۔ اسی شک و ارتیاب کے بارے میں قرآن نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 147 میں اصول دیا کہ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ. تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو۔ ان آیات کا تعلق اگرچہ خالص دینی پہلو سے ہے

لیکن ایک مسلمان کے رویے کے ساتھ بھی ان آیات کا تعلق ہے کہ یہی رویہ اسے عام زندگی میں بھی اختیار کرنا چاہیے کہ وہ کسی غیر مصدقہ، غیر حتمی بات پر یقین نہ کریں۔ سورۃ الحجرات کی آیت ۶ میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا. (اگر کوئی ناقابل اعتبار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اس کی صداقت کی تحقیق کر لیا کرو)

اس کے ساتھ یہ حکم بھی ملا لیا جائے کہ پورے اعتماد اور یکسوئی کے ساتھ تحقیق کی جائے۔ تردد اور بے یقینی کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اگر ہم اپنی تحقیقات کی بنیاد غیر مصدقہ معلومات اور غیر صحیح اعداد وشمار پر رکھیں گے تو ہماری تحقیق کے نتائج بھی جعلی اور بوگس ہوں گے۔

علامہ سید قطبؒ لکھتے ہیں: ''قرآن نہ تو سائنٹفک نظریات کی کتاب ہے نہ وہ اس لئے آیا ہے کہ تجربی طریقہ سے سائنس مرتب کرے۔ وہ پوری زندگی کے لئے ایک نظام ہے۔ یہ نظام عقل کی تربیت کرتا ہے تاکہ وہ اپنے حدود کے اندر آزادانہ سرگرم عمل ہو سکے۔ وہ سماج کو ایسا مزاج عطا کرتا ہے کہ وہ عقل کو آزادانہ عمل کا پورا موقع دیے۔ قرآن ایسی جزئیات اور تفصیلات سے تعرض نہیں کرتا جو خالص سائنٹفک ہوں۔ یہ امور عقل کی تربیت اور اس کیلئے آزادیٔ عمل کے اہتمام کے بعد عقل ہی کے لئے چھوڑ دیے گئے ہیں۔'' (a-۵)

نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں علم کا شوق اور اسے حاصل کرنے کا ایک ولولہ پیدا فرمایا۔ اس سلسلے میں حدیث کی کتابوں میں ''کتاب العلم'' کے عنوان سے لاتعداد فرامین موجود ہیں۔ (۶) آپؐ نے صرف شوق علم پیدا کرنے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس شوق کی تکمیل کے لیے عملی طور پر اہتمام بھی فرمایا۔ (۷) آپؐ کی دی ہوئی تعلیمی حکمت عملی یقیناً آج بھی شرح خواندگی پڑھانے کی خواہش رکھنے والوں کے لیے مشعل راہ اور سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپؐ نے مدینہ طیبہ میں صُفّہ کی شکل میں اقامتی درس گاہ کا تصور دیا۔ یہاں علماء کی ایک کھیپ تیار کی گئی۔ نبی کریم ﷺ نے ان حضرات کو ہمہ وقت (Whole Time) طالب علم بنا کر اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دکھا کر انہیں علم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی فکری و عملی تربیت فرمائی۔ جس علاقے میں بھی کچھ لوگ اسلام قبول کرتے وہاں معلّم صحابہؓ کو متعین کیا جاتا۔ کیونکہ آپ کے نزدیک لوگوں کو جہالت سے نکال کر علم کی روشنی دکھانے میں اسلامی انقلاب کا راز چھپا ہوا تھا۔ آپؐ نے صُفّہ والوں کو ہمہ وقت طالب علم بنا کر ان میں ''حکمت'' کا جوہر پیدا فرمایا جس کے لیے آپ ﷺ مبعوث ہوئے تھے۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 165 میں نبی کریم ﷺ کے فرائض چہارگانہ میں تلاوتِ کتاب، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب اور حکمت ودانائی پیدا کرنا شامل

ہے۔اور سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر269 میں فرمایا: یُؤتِی الۡحِکۡمَۃَ مَنۡ یَّشَآءُ وَمَنۡ یُّؤتَ الۡحِکۡمَۃَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا کَثِیۡرًا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ O اللہ جسے چاہے حکمت اور دانائی دیتا ہے اور جس شخص کو حکمت ودانائی عطا کی گئی اسے بہت سی بھلائی دی گئی اور صرف عقل مندھی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔صحابہ کرامؓ نے نورِنبوّت سے براہِ راست روشنی حاصل کی اور ان کے دلوں میں بھی نورِنبوّت کا عکس اور تاثیر پیدا ہوئی۔اسی تربیت کا اثر تھا کہ مجلس نبوی کے تربیت یافتہ لوگ عظیم سپہ سالار بھی بنے۔علم وحکمت کے امام بھی بنے۔قاضی اور قانون دان بھی بنے اور انتظامی امور کے ماہر بھی۔اسی مجلس سے حضرت ابوبکر صدیق ؓ،حضرت عمرؓ،عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے تربیت پائی جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک بنے۔نبی کریم ﷺ نے ان لوگوں کی باطنی صلاحیتوں کو اجاگر کیا۔نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلۡکَلِمَۃُ الۡحِکۡمَۃُ ضَآلَّۃُ الۡمؤمِنِ حَیۡثُماَ وَجَدَھَا فَھُوَاَ حَقُّ بِھَا. (۸)

دانائی کی بات ایک دانا کی گم شدہ چیز ہوتی ہے جہاں کہیں سے وہ اپنی اس گم شدہ چیز کو پائے اسے دوبارہ حاصل کرنے کا وہ سب سے زیادہ حقدار ہے۔

حکمت کیا چیز ہے؟ اس کی وضاحت علماء نے کی ہے۔امام راغب فرماتے ہیں۔حکمت،علم اور عقل کے ذریعے سچی اور صحیح بات تک پہنچنا ہے۔جب حکمت کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد چیزوں کو جاننا اور ان میں کمال اور خوبی پیدا کرنا ہے اور اگر اس کی نسبت انسانوں کی طرف ہو تو اس کا معنی ہے موجودات کو جاننا اور اچھی باتوں کو اختیار کرنا۔(۹)

مختلف علماء نے حکمت کے مختلف مفاہیم بیان کئے ہیں،ان میں چند اقوال یہ ہیں:

حکمت اللہ تعالیٰ کی آیات کی جانب سے عطاء شدہ ایک نور ہوتا ہے۔(۱۰) اللہ تعالیٰ کی آیات سے نفع اٹھانے کی استعداد کا نام حکمت ہے اور یہ انسان کو اللہ کی طرف سے عطا شدہ ہوتی ہے۔(۱۱) یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکمت بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعے حاصل کرنے کا نام ہے۔(۱۲)

علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ حکمت پختہ اور صحیح بات کو کہتے ہیں۔حکمت ایسی دلیل کو کہتے ہیں جو حق کو واضح کرتی اور شبہات کو دور کرتی ہے۔(۱۳)

مولانا مودودیؒ حکمت کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد صحیح بصیرت اور صحیح قوت فیصلہ ہے۔(۱۴)

مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کسی عمل یا قول کو اس کے تمام اوصاف کے ساتھ مکمل کرنا اور چیز کو اس کے اصل مقام

پر رکھنا حکمت کہلاتا ہے۔(۱۵) ان سب اقوال میں حکمت کی حقیقت کا ذکر مفکرین نے اپنے اپنے انداز سے فرمایا ہے۔اس سلسلے میں سید سلمان ندوی نے بڑی جامع بات کی ہے۔آپ فرماتے ہیں۔حکمت عقل وفہم کی اس کامل ترین حقیقت کا نام ہے جس سے صحیح وغلط' ثواب وخطا' حق اور باطل اور خیروشر کے درمیان تمیز وفیصلہ غور وفکر' دلیل وبرہان اور تجربہ واستقراء کی بنیاد پرنہیں بلکہ منکشفانہ طور پر ہو۔وہ فرماتے ہیں کہ اشیاء کی اصل حقیقت کو جان لینا حکمت کہلاتا ہے۔(۱۶)

نبی کریمﷺ نے لوگوں میں حقائق تک پہنچنے کی صلاحیت اور استعداد پیدا فرمائی لوگوں کو اس بات کا خوگر بنایا کہ وہ کسی بھی مسلئے کی تہہ تک رسائی حاصل کریں اور ان کی حقیقت کو جانیں۔نبی کریمﷺ نے ہمیں دعائیں تلقین فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقت اشیاء کا علم عطا فرمائے۔چند دعائیں ملاحظہ ہوں:

(1) اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّافَاَتَّبِعَہٗ . (۱۷)

اے اللہ تو مجھے حق کو بطور حق کے سکھادے تاکہ میں اس کی اتباع کروں۔

(2) اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الدُّنْیَا کَمَاتُرِیْھَا الصَّالِحِیْنَ. (۱۸)

اے اللہ تو مجھے دنیا کی اشیاء کی حقیقت اس طرح دکھادے جیسے تو نے اپنے نیک بندوں کودکھائی۔

(3) اَللّٰھُمَّ اَرِنِی الدُّنْیَا کَمَا تُرِیْھَا صَالِحَ عِبَادِکَ . (۱۹)

اے اللہ تو مجھے دنیا کی حقیقت اس طرح دکھادے جس طرح تو نے اپنے نیک بندوں پر اس کی حقیقت واضح فرمائی۔

ڈاکٹر رفیع الدین نے اپنی کتاب میں یہ دعا ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے

اَللّٰھُمَّ اَرِنَاا لْحَقَّ حَقاً وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَہ' وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلَاوَّارْزُقْنَا اجْتِنَا بَہٗ . (۲۰)

اے اللہ ہمیں حق بطور حق کے دکھادے اور اس پر چلنے کی صلاحیت عطاء فرمااور ہمیں باطل کی حقیقت بھی دکھادے اور اس سے اجتناب کرنے کی صلاحیت بھی عطاء فرما۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات بھی علمی تخلیق وتحقیق میں بڑی ممدومعاون ثابت ہوئی ہیں۔مثلاً سچائی اور حقیقت کو حاصل کرنے کی لگن مسلمانوں کی سرشت میں شامل ہے۔یہ جذبہ نبی کریمؐ نے لوگوں میں پیدا کیا۔ایک طرف صداقت ہو دوسری جانب باطل اور جھوٹ،تو مسلمان کی مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ حق وصداقت کو قبول بھی کرے اور

اس کا ساتھ بھی دے۔(۲۰-a)

طبعی علوم ہوں یا سماجی علوم، حقیقت کی تلاش ہی تمام علمی تحقیقات کی بنیاد ہوتی ہے۔صبر وتحمل کے بارے میں بھی رابرٹ بریفالٹ نے تسلیم کیا ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو صبر کی جو تعلیم دی تھی اس کے نتیجے میں وہ سائنسی تجربات کے صبر آزما مرحلے میں قرنِ اول میں اپنی تجربہ گاہوں میں کئی کئی برس تک تجربات میں مصروف رہتے۔(۲۰-b) سچ بولنا بھی کسی محقق کے لیے ضروری ہے۔سائنس دان اگر اپنی تجربہ گاہ سے حاصل ہونے والے نتائج سچ سچ بتائے گا تو تبھی حقیقی سائنس معرضِ وجود میں آئے گی۔کسی محقق کے لیے علمی وفکری طور پر بے تعصب ہونا بھی ضروری ہے۔اگر تعصّبات میں غرق ہو کر تحقیقات کی جائیں تو وہ جانبدارانہ اور غیر حقیقی تحقیقات ہوں گی۔

تخلیق وتحقیق کے کام میں استقرائی طریق تحقیق اسلام نے ہی متعارف کروایا۔اس طریقِ تحقیق کو ابتدائی دور کے مسلمانوں نے اختیار کیا اور اتنی تیزی سے تحقیقات کو فروغ دیا کہ دنیا حیرت میں پڑ گئی۔ انہی حقائق کی بنیاد پر علامہ اقبال لکھتے ہیں:

یہ آپ ﷺ ہی کا وجود ہے کہ زندگی پر علم وحکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اس زندگی کے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے۔لہذا اسلام کا ظہور استقرائی عقل کا ظہور ہے۔اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان ہمیشہ سہاروں پر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔اس کے شعور ذات کی تکمیل ہوگی تو اسی طرح کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔(۲۱) اسلام نے انسانیت کو ان خطوط پر چلا دیا جن پر چل کر جمود وتعطل نہ تھا بلکہ ارتقاء وارتقاع ہی تھا۔

اقبال کہتے ہیں کہ اسلام نے موروثی بادشاہت اور دینی پیشوائی کو اسی لیے تسلیم نہیں کیا کہ ان میں انسانی زندگی کا فکری ارتقاء نہیں ہوتا۔اسلام نے بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا یا فطرت اور تاریخ میں غور کر کے ان سے راہنمائی حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا۔اس میں یہی نقطہ کارفرما ہے کہ انسان کو جو وسائل اور صلاحیتیں اللہ نے عطا کر رکھی ہیں انہیں کام میں لائے تاکہ اس کے قوائے فکر وعمل بیدار ہوں۔(۲۲)

علامہ اقبال کے نقطہ نگاہ کا خلاصہ یہ ہے کہ وحی کے ذریعے ہر قدم پر ہدایت اب ختم نبوت کی وجہ سے کامل ہو چکی۔اب حضور اکرمؐ کی ختم نبوت کے نتیجے میں وحی کی روشنی میں انسان صلاحیتوں کو استعمال میں لائے۔ان صلاحیتوں کو جلا دے۔اس طرح انسانی فکر کے ارتقاء کا ایک ابدی انتظام کر دیا گیا ہے۔(۲۳)

صحابہؓ کی فکری تربیت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ اپنی گفتگو میں ایسا انداز اپناتے کہ لوگ آپؐ کے فرمودات میں غور فکر کرتے آپؐ ایسا پیرایہ اختیار فرماتے کہ لوگ محض ہمہ تن گوش ہو کر سنتے ہی نہ رہتے بلکہ اگر کہیں

کوئی بات ان کی سمجھ مین نہ آتی تو وہ آپؐ سے وضاحت کی درخواست کرتے۔ دوران سبق سوال کو نہ صرف آج کے طریق تدریس میں بنیادی اہمیت حاصل ہے بلکہ آپؐ نے فرمایا حُسْنُ السّؤالِ نِصْفُ الْعِلْمِ احسن طریقے سے سوال کرنے میں آدھا علم ہے (۲۴): نبی کریم ﷺ صحابہؓ سے سوال کرتے۔ انہیں سوچنے کا موقع دیتے۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ صحابہ کرامؓ خود ہی درخواست کر دیتے کہ اللہ کے نبی ﷺ ہی اس سوال کے حقیقی جواب سے آگاہ ہیں اس لئے آپ ہی اس کا جواب مرحمت فرما دیں۔ اس ضمن میں ایک حدیث مبارکہ امام بخاری نے ''باب الفہم فی العلم'' کے عنوان کے تحت پیش کی ہے۔ یہ عنوان قائم کرنے سے امام صاحب یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ علم محض رٹنا ہی نہیں بلکہ اس میں فہم وادراک بھی حاصل کرنا چاہیے۔ حدیث اس طرح سے ہے:

''نبی کریم ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور مسلمان کی مثال وہی درخت ہے۔ مجھے بتلاؤ کہ وہ درخت کون سا ہے؟ آپ کا یہ سوال سن کر لوگوں کا ذہن جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ ابن دینار (جو اس روایت کے راوی ہیں) کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں آیا کہ یہ درخت کھجور کا درخت ہے مگر (حضور ﷺ کی مجلس کے آداب اور آپؐ کے سامنے ایک ظن اور گمان کی بنیاد پر زبان کھولنے سے) مَیں جھجکا اور اپنی بات نہ کہہ پایا۔ آخر صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے کہا کہ آپؐ خود ہی ارشاد فرمائیں۔ کہ وہ درخت کون سا ہے؟ آپؐ نے'' فرمایا وہ درخت کھجور کا ہے۔'' اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب العلم باب الفہم فی العلم میں بیان کیا ہے۔ (حدیث نمبر 72) گویا امام بخاری کے مطابق اس انداز تعلیم کا مطلب یہ ہی ہے کہ علم سے فہم میں اضافہ کیا جائے۔ (۲۵)

اس کی مثال وہ حدیث مبارکہ بھی ہے جس میں آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ مفلس کس شخص کو کہا جاتا ہے؟ یہاں صحابہ نے آپؐ کے سوال کا جواب دیا کہ مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس درہم ودینار نہ ہوں۔ آپؐ نے پھر مفلس شخص کی خود وضاحت فرمائی کہ یہ ایسا شخص ہے جس نے نیکیاں کی ہوں گی لیکن لوگوں کو اپنی زبان اور ہاتھ سے اذیت دی ہوگی۔ ان کے حقوق مارے ہوں گے۔ اس اذیت اور حقوق کی پامالی کے عوض میں اس کی نیکیاں چھین کر حقداروں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ یہ شخص نیکیاں کرنے کے باوجود خالی ہاتھ رہ جائے گا۔ (۲۶)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے بنی فزارہ کا ایک شخص حضورؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیوی کے ہاں کالے رنگ کا بچہ پیدا ہوا ہے اور میں اسے پسند نہیں کرتا۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا تمھارے پاس کوئی اونٹ ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں آپؐ نے پوچھا ان کے کیا رنگ ہیں؟ اس نے کہا سرخ آپؐ نے پوچھا ان میں کوئی سیاہی

مائل بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپؐ نے پوچھا وہ کہاں سے آگیا؟ وہ شخص کہنے لگا ان کی اصل نسب میں کہیں ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا یہ بھی کہیں اصل نسب کا اثر ہی ہوگا۔(a-۲۶)

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میری والدہ نے نذر مانی تھی کہ وہ حج اداء کرے گی۔ لیکن وہ فوت ہوگئی اور وہ اپنی یہ نذر پوری نہیں کرسکی کیا میں اس کی طرف سے حج اداء کروں۔ فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج اداء کرو۔ فرمایا کیا تیری والدہ پر کوئی قرض واجب الاداء ہوتا تو کیا تو اسے اداء نہ کرتا؟ ہاں میں اسے اداء کرتا۔ فرمایا تو اس نذر کے قرض کو اداء کریں اللہ اس کی ادائیگی کے حوالے سے زیادہ حق نہیں ہے۔(b-۲۶)

آپ ﷺ نے صحابہ کرام میں ایک خاص صلاحیت پیدا فرمادی کہ وہ بتائی ہوئی بات کی حقیقت کو جاننے کی کوشش کریں۔ اس حوالے سے امام مالک فرماتے ہیں:

اِنَّ الْعِلْمَ لَيْسَ بِكَثْرَ ةِ الرِّوَايَةِ وَاِنَّمَا الْعِلْمُ نُوْرٌ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ فِي الْقَلْبِ . (۲۷)

''بے شک بکثرت روایت کرنے کا نام علم نہیں بلکہ یہ تو ایسا نور وصلاحیت ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں پیدا کرتا ہے''

گویا آپؐ نے یہ تصور دیا کہ چیزوں کو رٹنا اور معلومات کا خزانہ بن جانا علم نہیں بلکہ اس پر غور وفکر کرنا اور سنی ہوئی بات کی حقیقت تک رسائی حاصل کرنا علم کا اصل مقصد ہے۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہؐ میں ''اَمثال'' بھی استعمال ہوئی ہیں۔ اَمثال الحدیث جہاں قرآن اور حدیث کے ادبی شاہکار ہیں وہاں تفہیمِ مسائل میں بھی ان کی اپنی الگ اہمیت ہے۔ جب کسی مسئلے کی مختلف جہتوں کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے وہاں اس مسئلے اور واقعے کیلئے کوئی مثال جس سے قاری واقف ہوتا ہے بیان کردی جاتی ہے۔ اس مثال کی مختلف جہتوں پر غور کرکے قاری پیشِ نظر مسئلے کی تمام جہتوں کو بھی سمجھ لیتا ہے۔ عقل وفہم کو جلاء دینے میں اَمثال بھی اپنی اہمیت رکھتی ہیں۔ قرآن مجید کے تینتالیس مقامات پر اَمثال پیش کی گئی ہیں۔ سورۃ الرعد کی آیت نمبر 17، سورۃ ابراہیم کی آیت نمبر 26، سورۃ النور کی آیات نمبر 35، 39، 400، سورۃ البقرۃ کی آیات نمبر 266, 265, 261 کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

موجودہ دور میں تمام سائنسی ترقی بلکہ سماجی علوم کی ترقی اسی طریق پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ سائنسی طریق کار یہ ہے کہ کسی چیز یا کسی پیش آمدہ مسئلہ کے بارے میں ابتداء میں مختلف آراء اور ظن وتخمین کی بنیاد پر مختلف مفروضے سامنے آتے ہیں ان میں سے کوئی ایک مفروضہ درست ہوسکتا ہے۔ درست بات معلوم کرنے کیلئے تحقیق کا

ایک طریقہ اختیار کیا جاتا ہے سب سے پہلے اس مسئلے کے بارے میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کائنات میں کارفرما اصولوں کی روشنی میں اس مسئلے کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس جیسے اس سے پہلے رونما ہونے والے مسائل یا اشیاء پر اسے قیاس کیا جاتا ہے۔ اس موجودہ مسئلے اور اس سے پہلے موجود مسئلے کے مشترک پہلوؤں کا جائزہ لے کر پیش آمدہ مسئلے پر ایک حتمی رائے قائم کی جاتی ہے اگر اس حتمی رائے پر عمومی اتفاقِ رائے ہو جاتا ہے تو اس نتیجہء تحقیق کو اصول کا درجہ دے کر لوگوں میں عام کر دیا جاتا ہے۔ فقہائے کرام بھی بالکل یہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ مقیس، مقیس علیہ، اصل، فرع، علت اور قیاس کے اصول درحقیقت دورِ حاضر کی اصطلاح ''سائنسی طریقِ کار سے بہت حد تک مماثل ہیں، فرق اس قدر ہے کہ فقہا کی فکری جدوجہد کا میدان افکار و مسائل ہوتے ہیں جبکہ سائنس دان کا میدان مادیات ہوتی ہیں۔ اگر اسلامی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیمات سائنسی طریقِ کار کی بنیاد پر ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف ایجوکیشن میں Tauder اور Collette نے سائنسی طریق کار کے بارے میں لکھا ہے کہ سائنسی طریقِ کار کا تقاضا ہے کہ کسی مسئلے کے بارے میں خالص اور بے لاگ تحقیق کے دوران کھلے دل سے کسی بھی اعتبار سے اپنے پہلے سے موجود کسی نظریے کے بارے میں بے تعصب ہو کر تحقیق کی جائے۔ ہم مختلف معاملات میں شروع سے ہی ذہن میں کچھ عقائد وخیال ذہن میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحقیق کے دوران فیصلے کرتے وقت ہم اس طرح کے خیالات کو ذہن میں ہرگز جگہ نہ دیں۔ وہ طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ Cause اور Effect کے باہمی تعلق کو ذہن میں رکھیں۔ مذکورہ صدر سکالرز طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ حقائق کی بنیاد پر فیصلے کریں اور اپنے آپ کو اس قابل بنائیں کہ جن باتوں اور اپنے نظریات کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اور وہ ویسے ہی ان کے ذہن میں بیٹھے ہوتے ہیں ان پر تنقید کریں اور ان کا انکار کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔ مذکورہ سکالرز طالب علم کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ احتیاط سے کی گئی تحقیقات کے بعد ہی فیصلے کریں۔ وہ کسی پر تنقید کریں لیکن اس میں بے شک گستاخی کا پہلو اختیار نہ کریں۔ طالب علم اپنا ذہن کھلا رکھے اور نئے شواہد اور نتائج کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کریں اپنی رائے کے خلاف اگر کوئی بات ملتی ہے تو اسے قبول کرنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔ معروضی تحقیق (Objective Research) سائنسی طریق کار کا حصہ ہے۔ اس کا مطلب ہے اپنے ذاتی خیالات اپنی ذاتی پسند و ناپسند، تعصب اپنی خواہشات سے متاثر ہوئے بغیر کھلے دل سے حقائق کی بنیاد پر نئی بات کو قبول کر لینا۔

یہ بات اسلام ہی کی تعلیم Selflessness اور وسعتِ قلبی، وسعتِ نظری، رواداری کی تعلیمات کی

موجودگی میں ممکن ہوسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس بات کو تکبر قرار دیا کہ کسی کی درست بات کا اس لئے انکار کردینا کہ تم اپنے آپ کو اس سے برتر سمجھتے ہو یا اس کے بارے میں تعصب کا شکار ہو۔ اس کی مثال یہود ہیں کہ جنہیں یہ معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ سچے نبی ہیں لیکن انہوں نے اسلام کا محض اس لئے انکار کردیا کہ وہ تعصب کا شکار تھے۔

نبی کریم ﷺ نے علم نافع کا تصور دیا۔ نبی کریمؐ نے ایسا تصور علم دیا جس میں نفع رسانی اور مقصدیت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اگر تعلیم بے مقصد ہوتو طالب علم محض چند معلومات زبانی یاد کر لینے تک اپنے آپ کو محدود کرلیتا ہے۔ ان حاصل شدہ معلومات میں غور وفکر کر کے ان کی گہرائی تک پہنچنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی جاتی۔ حاصل شدہ علم کا اطلاق کر کے اس سے مختلف شعبوں میں فائدہ اٹھانے کا رجحان ہی طالب علم کو اس میں غور وفکر اور تحقیق پر مجبور کرسکتا ہے۔ یہ رجحان نبی کریمؐ کے دیئے ہوئے نظام تعلیم میں موجود ہے۔ گویا آج کے دور کی طرح ''بے مقصد علم'' اور ''تعلیمی بے مقصدیت'' کی حوصلہ شکنی فرمائی۔ آپؐ نے یہ دعائیں ارشاد فرمائیں۔

(۱) اَللّٰھُم انیِّ اَسئَلُکَ عِلمًا نَافِعًا. (۲۸)

''اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں''۔

(۲) اَللّٰھُمَّ انفَعنِیْ بِمَا عَلَّمتَنِیْ وَعَلِّمنِیْ بِمَا ینفَعنِي.(۲۹)

''اے اللہ جو علم تو نے مجھے عطا فرمایا ہے اس سے تو مجھے نفع عطا فرما اور مجھے ایسا علم عطاء فرما جو مجھے نفع بخشے''

(۳) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلمٍ لَّا یَنْفَعُ .(۳۰)

''اے اللہ میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع بخش نہ ہو۔''

(۴) سَلِ اللہَ عِلْمًا نَافِعًا وَّتَعَوَّذُبِاللہِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ .(۳۱)

''اللہ تعالیٰ سے نفع بخش علم کا سوال کر اور اس علم سے پناہ مانگ جو نفع بخش نہیں ہے۔''

(3) حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے نزدیک قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بدتر شخص وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔'' (۳۲)

نبی کریم ﷺ نے اس حوالے سے فرمایا کہ '' تم جو علم حاصل کرتے ہو تو دیکھ لو کہ تم کس سے علم حاصل

کررہے ہو'(۳۳) گویا کسی جاہل اور نفس پرست عالم کے ہتھے تو نہیں چڑھ رہے۔ اسی طرح یہ بھی دیکھ لو کہ جو علم حاصل کررہے ہو وہ کیا ہے۔(۳۴) علم کے نام پر کہیں منفی علوم تو حاصل نہیں کررہے۔

گویا یہاں بھی محض چیزوں کو رٹنے کی بجائے پڑھی ہوئی چیز اور مسائل وضروریات زمانہ میں مطابقت پیدا کرنے اور علم کو مفید بنانے کے لیے تحقیق اور حالات کا جائزہ لینے (Survey) کی ضرورت پیش آئے گی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی فکر کے جمود کا خاتمہ فرمایا۔ آپؐ نے انسانوں کو ہمیشہ بہتری کی راہ پر گامزن رکھنے کے لیے فرمایا کہ قیامت کے دن ابن آدم کو قدم اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی جب تک کہ وہ پانچ باتوں کے بارے میں جواب نہیں دے لے گا۔ پانچ باتیں یہ ہیں کہ وہ بتلائے کہ اس نے اپنی زندگی کس طرح گزاری۔ اس نے اپنی جوانی کہاں گزاری۔ اس نے جو مال کمایا وہ کہاں سے اور کیسے کمایا اور پھر اسے کہاں اور کیسے خرچ کیا۔ پانچویں بات یہ کہ اس نے جو علم حاصل کیا اس پر عمل بھی کیا یا نہیں؟(۳۵) ان سوالات کے جواب کی تیاری درحقیقت انسانی زندگی کو متحرک رکھتی ہے۔ اسے جمود سے بچاتی ہے سستی اور کاہلی سے روکتی ہے۔ سماجی علوم Social Science) ہوں یا طبعی علوم(Natural Science) ترقی کے لیے یہ بات ناگزیر ہے کہ لوگوں میں تخلیقی صلاحیت موجود ہو وہ سوچنے اور غور وفکر کرنے کے عادی ہوں۔ کند ذہن، صلاحیتوں سے عاری معاشرہ کبھی کسی بھی شعبے میں ترقی نہیں کرسکتا۔

اس حوالے سے نبی کریمؐ نے جو معاشرہ قائم کیا اس کی ذہنی بیداری کا ایک پہلو حدیث میں یوں بیان کیا گیا کہ آپؐ نے فرمایا۔ لاَ یُلْدَغُ الْمُؤمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَّاحِدٍ مَّرَّتَیْنِ.(۳۶) کہ مومن ایک سوراخ سے دومرتبہ ڈسا نہیں جاتا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کے عطا کردہ خصوصی نور سے دیکھتا ہے۔(۳۷) گویا ایک مومن کی زندگی قرآن کی آیت کریمہ کا عملی نقشہ ہوتی ہے کہ وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْھَاصُمًّا وَّعُمْیَانًا(۳۸) کہ مومن وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کی نشانیاں ذکر کی جاتی ہیں تو وہ اندھے اور بہرے ہوکر گر نہیں پڑتے (بلکہ ان میں غور وفکر کرتے ہیں)۔ آخرت میں ہر شخص سے مؤاخذہ کیا جانا ہے، یہ بھی اسی صورت میں ممکن ہے جب ہر شخص اپنے اپنے مقام پر آنکھیں کھول کر چلے قیامت کے روز کسی سے یہ عذر قبول نہیں کیا جائے گا اسے فلاں بندے یا راہنما نے گمراہی کے راستے پر چلا دیا تھا۔

آپؐ نے فرمایا: اَلنَّاسُ مَعَادِنُ کَمَعَادِنِ الْفِضَّۃِ وَالذَّھَبِ ، خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ.(۳۹) لوگ کانوں(معادن) کی مانند ہوتے ہیں جیسے سونے چاندی کی کانیں ہوتی ہیں جو لوگ ایام

جاہلیت میں بہتر ہوتے ہیں وہ اسلام لانے کے بعد بھی بہتر ہوتے ہیں۔ لوگوں میں موجود خدا داد صلاحیتوں کی موجودگی اور ان میں فرق کی نشاندہی نبی کریمؐ نے اس طرح بھی بیان فرمائی:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے جس نے کوئی بھی چیز مجھ سے سنی اور اسے دوسرے تک پہنچا دیا کیونکہ کئی دفعہ جسے بات پہنچائی جائے وہ سامع سے زیادہ ذہین ہوتا ہے۔''(۴۰)اسی طرح کی ایک اور حدیث مبارکہ یوں بھی ہے: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے جس نے مجھ سے کوئی حدیث سنی اور اس کی حفاظت کی یہاں تک کہ اسے دوسرے تک پہنچا دیا کیونکہ اس طرح بہت سے ایسے لوگ عقل وحکمت کی بات اپنے سے زیادہ سمجھدار کو سنا دیں گے اور بہت سے عقل وفکر کو اٹھانے والے ایسے ہیں جو خود فقیہ یا زیادہ ذہین نہیں ہوتے۔''(۴۱)

یعنی ہوسکتا ہے کہ کوئی کم ذہین کسی دوسرے شخص سے عقل وحکمت کی بات سنے اور وہ خود اس سے آگے کوئی دانائی کی بات مستنبط نہ کر سکے لیکن اگر وہ یہی بات کسی ذہین شخص کو بتلاتا ہے اور وہ اس سے مزید بہتر نتائج اخذ کر لیتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم کی بات اپنے پاس روک کر یا چھپا کر نہیں رکھنی چاہیے بلکہ اسے دوسروں تک پہنچانا چاہیے۔ اس سے علم وحکمت کو ترقی حاصل ہوگی۔ علم ایک دولت ہے، اس کا ارتکاز بھی مفید نہیں جس طرح دولت روکنے سے ارتکاز دولت ہوتا ہے اسی طرح علم کو روکنے سے بھی یہ چند لوگوں تک محدود ہو جائے گا۔ یہود کی مذمت قرآن نے اس اعتبار سے بھی کی ہے کہ ان کے علماء علم کو محدود کرتے تھے۔(a-۴۱) نبی کریمﷺ نے فرمایا: جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے اسے چھپایا تو اسے قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔(b-۴۱) اس موضوع پر امام بخاریؒ نے ایک مستقل باب باندھا ہے۔ اس باب کا عنوان: بَابُ الاغتِبَاطِ فِی العِلمِ وَالحِکمَۃِ۔ یعنی علم اور دانائی کی بات حاصل کرنے میں باہم رشک کرنا۔ اس باب میں امام بخاری نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن میں حصول علم میں مسابقت کی روش اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس ضمن میں وہ مشہور حدیث بھی منقول ہے کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ''دو بندوں پر رشک کرنا جائز ہے ایک وہ جسے اللہ نے دولت عطا کی اور وہ اسے نیک کاموں میں صرف کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت ودانائی عطا کی اور وہ اس کے مطابق فیصلے کرتا اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔(۴۲) اسی ضمن میں انہوں نے حضرت عمرؓ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ تَفَقَّھُوا قَبلَ اَن تُسَوَّدُوا یعنی کسی کام کے ذمہ دار بنائے جانے سے پہلے اس کی سمجھ حاصل کرلو۔(۴۳)

نبی کریمﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے بارے میں دعاء فرمائی:

اللّٰھم فَقِّھہُ فِی الدِّینِ وَعَلِّمہُ التَّاوِیلَ ۔(۴۴)''اے اللہ انہیں دین کی سمجھ اور تاویل کا علم عطاء

فرما'' ۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ رہتی دنیا تک لوگ قرآن مجید میں غوروفکر اور اس میں غوطہ زنی کرتے رہیں گے۔ وہ قرآن کے اسرار تلاش کرتے کرتے تھک جائیں گے لیکن قرآن کے اسرار ختم نہیں ہوں گے۔(۴۵)

حضرت معاذ ابن جبلؓ سے جب پوچھا کہ اگر پیش آمدہ مسئلہ میں تمہیں کتاب وسنت سے جواب نہ ملے تو کیا کرو گے؟ انہوں نے فرمایا کہ پھر میں اپنی عقل اور رائے کو کام میں لاؤں گا۔ اس پر نبی کریمؐ نے انہیں تھپکی دی۔(۴۶)

لیکن عقل کا یہ استعمال ''مادر پدر آزاد'' نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت میں بنیادی اصول وضوابط دے دیئے گئے ہیں کہ ان ضوابط کی اتباع کرتے ہوئے قرآن وسنت کے اصولوں کو عقل اور اجتہاد کے اصولوں کی بنیاد پر ہر زمانے کے مسائل کے حل کے لیے منطبق کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسلامی قواعد وضوابط اور نصوص پر عقل ہی کی بنیاد پر غوروفکر ہوتا ہے، جسے اجتہاد اور قیاس کہتے ہیں۔ علم اور عقل کے امتزاج کا یہ نمونہ دنیا کی کوئی قوت پیش نہیں کرسکتی۔

امام غزالی نے احیاء علوم الدین میں اس کے چار معانی بیان کیے ہیں:

۱۔ عقل سے مراد وہ صفت ہے جس کے باعث انسان چوپایوں اور جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے یہ وہ صلاحیت ہے جس کے باعث نظری علوم اور افکار کی دنیا میں سوچنے اور غوروفکر کا کام کیا جاتا ہے۔ عقل ایک قوت ہے جس سے آدمی علوم نظری کے ادراک کے لیے تیار ہوتا ہے۔ عقل ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے جس کے باعث آدمی کسی چیز کا درست ادراک کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

امام غزالی نے عقل کا دوسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ علوم ہیں جن کے ذریعے جائز چیزوں کے جائز ہونے اور محال چیزوں کے محال ہونے کا علم حاصل ہوتا ہے مثلاً اس چیز کا علم کہ ایک کا عدد دو سے چھوٹا ہوتا ہے اور ایک شخص کا ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر رہنا محال ہوتا ہے۔

تیسرا معنی یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ علوم ہیں جو روز مرہ کے حالات دیکھنے اور تجربات حاصل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ گویا تجربات کے نتیجے میں جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ علوم عقلیہ کا حصہ ہوتے ہیں۔ چوتھا معنی یہ ہے کہ اس سے مراد وہ طبعی قوت ہے کہ مختلف امور صحیح طور پر جاننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ جو خواہش ایک وقت میں اس کے لیے لذت کا باعث بن سکتی ہے اسے دبا دیا جائے اور مختلف امور سے اس طرح نمٹا جائے اور انہیں اس انداز سے سرانجام دیا جائے کہ جس طرح سرانجام دینا وقت اور مصلحت کا تقاضا ہو۔ ظاہری اور وقتی خواہشات کی بجائے مستقل اور دوررس مصلحت کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگر یہ صلاحیت کسی میں پیدا ہو جائے تو اسے

عاقل کہا جائے گا۔(۴۷)

اس مناسبت سے نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

اجتھدوا فکل میسر لما خلق له.(۴۸)

اجتہاد کیا کرو کیونکہ جو شخص جس کام کے لیے پیدا کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ کام آسان کر دیتا ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: جو حاکم فیصلہ دینے میں اجتہاد کرے اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اس نے غیر شعوری طور پر اجتہاد میں غلطی بھی کی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔(۴۹) شریعت اسلامیہ میں اس شخص پر اجتہاد لازم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی صلاحیت عطا فرمائی ہو۔ کتاب وسنت، اجماع صحابہؓ اور آئمہ اربعہؒ کے اقوال میں بہت سے ایسے شرعی دلائل موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر اس شخص پر اجتہاد واجب ہے، جس میں مجتہد کی صفات موجود ہوں۔(۵۰)

احیاء العلوم میں امام غزالی کی نقل کردہ چند احادیث مبارکہ:

۱۔ نبی کریمؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا کہ سامنے آؤ وہ سامنے ہوئی۔ پھر فرمایا پشت پھیر۔ اس نے پشت پھیری۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قسم ہے اپنی ذات اور بزرگی کی کہ میں نے کوئی مخلوق تجھ سے زیادہ اپنے نزدیک عزت والی پیدا نہیں کی۔ میں تجھی سے لوں گا تجھی سے دوں گا۔ تیرے ہی سبب سے لوگوں کو ثواب دوں گا اور تیرے ہی سبب سے لوگوں کو عذاب دوں گا۔ یعنی جو شخص احکام دین میں غور وفکر کرے گا اسے ان احکام کی حکمتوں کا علم ہوگا۔(۵۱)

۲۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص کی عبادت وسخاوت کے بارے میں لوگوں نے نبی کریمؐ کے سامنے بڑھا چڑھا کر باتیں کیں۔ آپؐ نے اس شخص کی عقل کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے حیرت کا اظہار کیا کہ ہم اس کی عبادت وتقویٰ کے بارے میں بات کرتے ہیں اور آپؐ ہم سے اس کی عقل کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ آپؐ نے اپنے سوال کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ احمق آدمی اپنی حماقت کی بنا پر غلط شخص سے زیادہ گناہ کما جاتا ہے جب کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا قرب لوگوں کو ان کی عقلوں کی مقدار ہی کی بنیاد پر حاصل ہوگا۔ یعنی احمق آدمی اپنی حماقت کی بنا پر کئی غلط کام کر گزرتا ہے اور عقل مند آدمی اپنی عقل کی بنا پر ان گناہوں سے بچا رہتا ہے۔(۵۲) انسان جو اعمال کرتا ہے ان کے بدلے کے مرتب ہونے میں عقل سے بڑھ کر کسی چیز کا کردار نہیں ہے۔

۳۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی کمائی میں عقل کی زیادتی کے برابر کوئی چیز نہیں۔ عقل کی یہ زیادتی اسے ہدایت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور ہلاکت والے کاموں سے باز رکھتی ہے۔ آدمی کا دین و ایمان اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس کی عقل کامل ہو۔(۵۳)

۴۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر چیز کا ایک سہارا اور تکیہ ہوتا ہے اور ایمان کا سہارا عقل ہے اس کی عبادت اس کی عقل کے سبب ہوگی۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ بدکار لوگ جہنم میں کہیں گے۔ ''لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ '' (سورۃ الملک:10) (اگر ہم نے اللہ کے پیغام کو سنا ہوتا اور اس میں غور کیا ہوتا تو ہم جہنم میں جانے والے نہ بنتے) قرآن مجید نے دوسرے مقامات پر کافروں کو اندھے گونگے اور بہرے قرار دیا ہے۔(۵۴)

۵۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے تمیم داریؓ سے پوچھا کہ تمہارے ہاں سرداری، عزت، وقار اور بزرگی کس چیز کو کہتے ہیں؟ انہوں نے یہی کہا کہ عقل۔ آپؓ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا ہے۔ میں نے نبی کریمؐ سے یہی سوال کیا تھا اور آپؐ نے بھی یہی ارشاد فرمایا تھا۔ روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریمؐ نے جبریل سے یہی سوال کیا تھا اور انہوں نے یہی جواب دیا تھا۔(۵۵)

۶۔ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی کریمؐ سے لوگوں نے بہت سوالات کیے آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! ہر چیز کی ایک سواری ہوتی ہے اور مرد کی سواری اس کی عقل ہوتی ہے۔ گویا سواری وہ چیز ہے جس پر بندے کی زندگی کا گزارہ ہوتا ہے۔ سواری اس کے لیے سہولتیں پیدا کرتی ہے اسی طرح زندگی کے لیے عقل بھی سہولتیں پیدا کرتی ہے اور انسان کی سواری کی طرح اس کو منزل تک لے جاتی ہے۔(۵۶)

۷۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ کے سامنے احد میں لڑنے والوں کی بہادری اور تجربہ کاری کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا لوگوں نے قتال اسی قدر کیا جس قدر اللہ نے انہیں عقل عطا کی تھی اور ان کی جیت ان کے ارادے اور ان کی عقلوں کے مطابق ہوئی۔ ان میں سے ہر کوئی اپنی اپنی نیت اور عقل کی مناسبت سے اپنے اپنے ٹھکانے تک پہنچا۔ قیامت کے روز اپنی اپنی نیت اور عقل کے مطابق ہی اجر اور مراتب پائیں گے۔(۵۷)

۸۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا کہ دنیا میں لوگوں کی فضیلت کی کون سی چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ فضیلت عقل کی بنیاد پر ہے۔ میں نے پوچھا کہ آخرت میں فضیلت کس بنیاد پر ہے؟ فرمایا عقل سے۔ میں نے پوچھا کہ انہیں ان کے اعمال کی بنیاد پر اجر و ثواب ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! انہوں

نے عمل بھی اسی قدر کیا ہوگا جس قدر ان میں عقل تھی۔(۵۸)

۹۔ ایک روایت یوں ہے کہ عقل مردوں کا سامان اور آلہ اور سواری ہے۔ فرمایا کہ ہر چیز کا ایک رکن ہوتا ہے اور دین کا رکن عقل ہے جس طرح ہر تاجر کا ایک سامان تجارت ہوتا ہے اس طرح ہر اجتہاد کرنے والے کا سامان عقل ہوتی ہے۔ صدیقین کے گھروں میں نظام چلانے والی چیز عقل ہوتی ہے۔ عقل آخرت کو آباد کرنے والی چیز ہے جس طرح سفر کرنے والے کے لیے گرمی سردی سے بچنے کے لیے خیمہ اس کی پناہ گاہ ہوتا ہے اسی طرح ایمانداروں کی پناہ گاہ ان کی عقل ہوتی ہے(کہ وہ اس سے مدد لے کر برائی سے بچنے کے لیے فیصلے کرتے ہیں)(۵۹)

علامہ علی المتقی نے بھی کنزالعمال میں عقل کے بارے میں روایات بیان کی ہیں:

۱۰۔ نبی کریمﷺ نے فرمایا: انّ الرجل لیکون من اهل الصلوة والصوم والزکوٰة والحج والعمرة حتی ذکر سهام الخیر کلها، وما یجزی یوم القیٰمة الا بقدر عقله. (۶۰)

نبی کریمؐ نے فرمایا ایک شخص ہے جو نماز پڑھتا، روزے رکھتا، زکوۃ ادا کرتا اور حج اور عمرہ بھی کرتا ہے یہاں تک کہ آپؐ نے تمام نیک کاموں کا ذکر فرمایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا قیامت کے روز انہیں ان کی عقل کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔

۱۱۔ نبی کریمؐ نے فرمایا ایمان والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اطاعت پر قائم رہنے والے، اس کے بندوں کی خیر خواہی کرنے والے اور کامل عقل والے ہیں عقل کی مدد سے وہ اپنے نفس کی راہنمائی کرتا ہو آنکھیں کھول کر بینوں کی طرح زندگی گزارے اور فلاح ونجات پائے۔(۶۱)

۱۲۔ اَلنَّاسُ یَعْمَلُوْنَ بِالْخَیْرِ وَاِنَّمَا یُعْطَوْنَ اُجُوْرَهُمْ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ. (۶۲)

لوگ نیک کام سرانجام دیتے ہیں لیکن ان کا اجر ان کی عقلوں کے مطابق دیا جائے گا۔

۱۳۔ دِیْنُ الْمَرْءِ عَقْلُهٗ وَمَنْ لَا عَقْلَ لَهٗ لَا دِیْنَ لَهٗ۔(۶۳)

آپؐ نے فرمایا انسان کا دین اس کی عقل ہوتی ہے۔ جس میں عقل نہیں اس میں دین نہیں۔

کنزالعمال میں اس موضوع پر مزید احادیث موجود ہیں۔ مثلاً آپؐ نے ارشاد فرمایا:

۱۴۔ قَوْلُ الْمَرْءِ عَقْلُهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَقْلَ لَهٗ۔(۶۴)

انسان کا قول اس کی عقل ہے، اور جس کی عقل نہیں اس کا دین نہیں۔

۱۵۔ کَرَمُ الْمَرْءِ دِیْنُهٗ وَمُرُوْءَ تُهٗ عَقْلُهٗ وَحَسَبُهٗ خُلُقُهٗ(۶۵)(ب) انسان کی عظمت اس کی دینداری

میں ہے،اسکی مروت اس کی عقل ہے،اوراس کاحسب اس کے اخلاق ہیں۔

۱۶۔ مَا خَلَقَ اللہُ فِی الْاَرْضِ شَیْئًا اَقَلُّ مِنَ الْعَقْلِ وَاِنَّ الْعَقْلَ فِی الْاَرْضِ اَقَلُّ مِنْ کِبْرِیْتُ الْحُمُرِ. (۶۶)

اللہ تعالیٰ نے زمین میں عقل سے باریک کوئی چیز پیدانہیں کی اور زمین میں عقل دیا سلائی کی سرخی سے بھی زیادہ باریک ہے۔

۱۷۔ نبی کریمؐ نے ایک شخص سے فرمایا۔ اِنَّ فِیْکَ خَصْلَتَیْنِ یُحِبُّھُمَا اللہُ الْحِلْمُ وَالْاَنَاۃُ . (۶۷)

تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جنہیں اللہ پسند فرماتا ہے۔ یہ دو عادتیں حلم و بردباری اور غوروفکر کے بعد کام کرنا ہیں۔

۱۸۔ عن انس اَنّ رجلا قال للنبیّ ﷺ : اَوْصِنِیْ فَقَالَ خُذِ الْاَمْرَ بِالتَّدْبِیْرِ فَاِنْ رَاَیْتَ فِیْ عَاقِبَتِہٖ خَیْرًا فَاَمْضِہٖ وَاِنْ خِفْتَ غَیًّا فَاَمْسِکْ . (۶۸)

آپؐ نے فرمایا اپنے کام کو سوچ سمجھ کر تدبیر کے ساتھ سرانجام دے۔ اگر اس کا انجام اچھا دکھائی دے تو اسے جاری رکھ اگر اس کا انجام اچھا دکھائی نہ دے تو اسے ترک کردے۔

۱۹. عن مصعب ابن سعد عن أبیہ قال الاعمش ولا أعلمہ الا عن النبیﷺ قال التؤدۃ فی کل شیء خیر الا فی عمل الآخرۃ . (۶۹)

مصعب بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اعمش نے کہا کہ میں نے نبی کریمؐ سے جو کچھ سیکھا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ہر دنیاوی کام میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا جائے مگر آخرت کے معاملے (نیکی کرنے کے معاملے میں) تاخیر سے کام نہ لیا جائے۔(۷۰)

۲۰۔ عن عبداللہ ابن سرجس أنّ النبیّ ﷺ قال السمت الحسن والتؤدۃ والاقتصاد جزء من اربعۃوعشرین جزءا من النبوۃ . (۷۱)

نبی کریمﷺ نے فرمایا: اچھی سیرت، اطمینان اور اعتدال سے کام کرنا نبوت کے چوبیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

۲۱۔ عن سہل بن سعد الساعدی ان النبی ﷺ قال: الاناۃُ من اللہ والعجلۃُ من الشیطان. (۷۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کام کرنے میں توقف اور غوروفکر اللہ کی جانب سے ہے اور عجلت اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔

۲۲۔ عن أبی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ لا حلیم الا ذوعثرۃ ولا حکیم الا ذوتجربۃ. (۷۳)
نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کامل بردبار وہ شخص ہے جس سے کبھی غلطی ہوئی اور معاف کردی گئی ہو، اور کامل دانا وہ شخص ہے جو تجربہ کار ہو۔

۲۳۔ عن أبی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ یا اباذر لا عقل کالتدبیر ولا ورع کا لکف ولا حسب کحسن الخلق. (۷۴)

(ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے رسولؐ اللہ نے فرمایا تدبیر (کسی مسئلے سے نمٹنے کے لیے منصوبہ سازی کرنا) کی مانند کوئی عقل نہیں اور گناہوں اور مشکوک چیزوں سے بچنے سے بہتر کوئی تقویٰ نہیں اور خوش خلقی کی مانند کوئی عادت و اخلاق نہیں۔

۲۴۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: اَفۡلَحَ مَنۡ رُزِقَ لُبًّا. (۷۵)
کامیاب ہوا وہ شخص جسے اللہ نے فہم وفراست عطاء فرمائی۔

۲۵۔ آپؐ نے فرمایا: انّ اللہ تعالیٰ یَبۡغَضُ الۡمُؤمِنَ الَّذِیۡ لَا زَبۡرَلَہٗ۔(۷۶)

اللہ تعالیٰ ایسے مومن سے غصے ہوتے ہیں جس میں ہوش مندی اور فہم وفراست نہ ہو یہ تمام احادیث اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے امتیوں کو اس بات سے باخبر فرمایا ہے کہ انسان کو اللہ نے جس قدر عقل وشعور عطا کیا ہے اسے ہر قدم پر کام میں لایا جائے۔ زندگی کا ہر قدم اللہ کی عطا کردہ عقل کو کام میں لاتے ہوئے اٹھائے۔ آپؐ نے عقل کو استعمال کرنے کا حکم اس اہتمام کے ساتھ دیا ہے کہ گویا مومن کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ عقل وہ شعور کو بیدار رکھتا ہے۔ اس کے برعکس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دو ایسی خصلتیں ہیں جو منافق میں پیدا نہیں ہوسکتیں۔

یہ دو خصلتیں یہ ہیں: حسن سَمت اور تفقُّہ فی الدین. یعنی اچھی سیرت وکردار اور دین کی گہری سمجھ۔

۲۶۔ امام ترمذی نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

۲۷۔ ایک فقیہہ شخص شیطان پر ایک ہزار عبادت گزار سے زیادہ بھاری اور سخت ہے۔(۷۷)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عابد تو محض اپنے لیے عبادت کرتا ہے۔ اس کے عمل کا تعلق اس کی ذات تک

محدود ہوتا ہے جبکہ فقیہہ دین میں غور وفکر کرتا ہے۔ دین میں پنہاں اسرار دوسروں کو سمجھا کر دین کی طرف لاتا بھی ہے اور ان کے ایمان و ایقان کو مضبوط بھی بناتا ہے۔ اسے دین کی سمجھ جس گہرائی کے ساتھ ہے عابد کو وہ گہرائی حاصل نہیں ہوتی۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ جس شخص کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔(۷۸)

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں یہ بات سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہیں رہتی کہ نبی کریمؐ نے عقل وشعور کو بیدار کیا۔ لوگوں کو احساس دلایا کہ اللہ نے انہیں ایک عظیم نعمت عطا کی ہے اسے کام میں لایا جائے۔

نبی کریمﷺ نے علم وحکمت کے فروغ کی جو بنیادیں رکھیں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے سید امیر علی لکھتے ہیں۔

پیغمبر اسلامﷺ کا ایک محبوب موضوع علم کی قدر ومنزلت تھا۔(۷۹) عربوں کے ہاں شاعری، خطابت اور نجوم ہی اسلام سے قبل لوگوں کے محبوب مشغلے تھے لیکن ادب اور سائنس کے دلدادہ لوگوں کا فقدان تھا۔ ہادی اسلامؐ کی تلقین نے عرب قوم کی سوئی ہوئی قوتوں کو جگا کر ان میں ایک نئی تحریک پیدا کر دی۔ آپؐ کی زندگی مبارک کی اندر ہی ایک ادارے کی داغ بیل پڑ گئی جس کی بنیاد پر آئندہ برسوں میں بغداد، قاہرہ اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں۔ یہاں معلم اسلام بنفس نفیس صفائی، قلب اور روحانی پاکیزگی کی تعلیم دیتے تھے۔(۸۰)

حوالہ جات وحواشی

1۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن مطبعہ الیمنیہ ،مصر۱۳۲۴، صفحہ ۴۶۸، ۴۶۹
المنجد الابجدی، صفحہ ۱۰۷۴
معجم متن اللغۃ ، صفحہ ۴۸۹

2۔ فواد عبدالباقی، معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، صفحہ ۴۶۸

3۔ امین احسن اصلاحی، مولانا، تدبر قرآن، انجمن خدام القرآن، لاہور، جلد سوم، صفحہ ۶۴۲

4۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۶۷۴

5۔ شاہ ولی اللہ نے قرآن کے پانچ بنیادی مضامین بیان کئے ہیں۔ ان تذکیر بایام اللہ (گذشتہ قوموں کے احوال) بھی ایک مضمون ہے۔

5a۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، جلد پنجم، صفحہ 24-25

6۔ اس سلسلے میں چند احادیث:

من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة وان الملائكة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم وان العالم يستغفرله من فى السموات والارض والحيتان فى جوف الماء وان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولادرهما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، حدیث نمبر ۳۶۴۱، صفحہ ۱۴۹۳، (دارالسلام ایڈیشن) جو شخص طلب علم کے لیے نکلا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستے پر چلا دیتے ہیں۔ اللہ کے فرشتے علم حاصل کرنے والے کے لیے اس کی رضا کی خاطر اپنے پر پھیلاتے ہیں جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ سب کچھ علم کے طالب کے لیے دعا کرتے ہیں۔ مچھلیاں پانی کے اندر دعائیں کرتی ہیں۔ عالم کو عابد پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو باقی ستاروں پر حاصل ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں اور انبیاء درہم و دینار ورثے میں نہیں چھوڑتے وہ ورثہ میں علم چھوڑتے ہیں پس جس نے علم حاصل کیا اس نے انبیاء کی وراثت کا بہت بڑا حصہ پا لیا۔

آپ نے فرمایا: من خرج فى طلب العلم فهو فى سبيل الله حتى يرجع۔ (جامع الترمذی، ابواب العلم، باب فی فضل العلم، حدیث نمبر ۲۶۴۷، صفحہ ۱۹۱۸، دارالسلام)

آپ صلعم نے فرمایا: من طلب العلم كان كفارة لما مضى حوالہ ایضاً، حدیث نمبر ۲۶۴۸

7۔ مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی تعلیم کے لیے دارارقم میں اور مدینہ طیبہ میں صُفّہ میں درس گاہ قائم فرمائی۔ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لیے یہ شرط عائد کی کہ ہر قیدی دس دس بندوں کو علم سکھائے۔ جس علاقے میں بھی کچھ لوگ اسلام قبول کرتے وہاں علم کی روشنی عام کرنے کے لیے فوری طور پر معلم صحابہؓ متعین کیے جاتے۔ مثلاً مدینہ طیبہ میں اسلام کی شعاعیں پہنچیں تو حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو مدینہ طیبہ میں معلم بنا کر بھیجا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو کوفہ کی طرف بھیجا گیا۔ اہل نجران کو تعلیم دینے کے

لیے عمرو بن حزم کو بھیجا۔ ابن خلدون کا بیان ہے کہ حضرت معاذ ابن جبلؓ کو حضر موت کے لوگوں کی تعلیم کے لیے متعین فرمایا تھا۔ آپؐ نے قازیہ اور عضل کے قبائل کے لیے چھ معلمین بھیجے تھے۔

8۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحکمۃ، صفحہ ۳۹۰، حدیث نمبر ۴۱۶۹

9۔ راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، صفحہ ۱۲۸

10۔ ابو حیان اندلسی، تفسیر البحر المحیط، المطبعہ السعادۃ، مصر، جلداول، صفحہ ۳۹۳

11۔ طبری، ابن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، مصر، الجزء الثالث، صفحہ ۸۹، ۹۰

12۔ ابن منظور، لسان العرب، جلد بارہ، صفحہ ۱۴۰

13۔ زمخشری، محمود بن جاراللہ، الکشاف، الجزء الثانی، زیر سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵

14۔ مودودی، مولانا، تفہیم القرآن، جلد اول، صفحہ ۲۰۷

15۔ محمد شفیع مفتی، معارف القرآن، جلد اول، صفحہ ۶۴۱

16۔ سلیمان ندوی، سید، سیرت النبیؐ، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، جلد چہارم، صفحہ ۱۵۴

17۔ بحوالہ ابو ہاجر محمد سعید، موسوعہ اطراف الحدیث النبوی الشریف، عالم التراث، بیروت، المجلد الثانی، صفحہ ۱۸۰

18۔ ایضاً، المجلد الثانی، صفحہ ۱۸۰

19۔ ایضاً

20۔ رفیع الدین، ڈاکٹر، اسلام اور سائنس، صفحہ ۴

20-a۔ التوبۃ:119

20-b۔ Brifault, Robert, Making of Humanity P,140

21۔ اقبال، علامہ، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، اردو ترجمہ از سید نذیر نیازی، صفحہ ۱۹۳

22۔ ایضاً، صفحہ ۱۹۴

23۔ ایضاً، صفحہ ۱۹۷

24۔ خطیب تبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر ٤٨٤٤، باب الحذر و التانی فی الامور، فصل ثالث علامہ ابن عبدالبر اندلسی نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں علم میں سوال و جواب پر ایک باب قائم کیا ہے۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی احادیث ، اقوال صحابہ کرام و تابعین اور علمائے سلف کے اقوال کی روشنی میں استاذ سے سوال کی اہمیت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ صفحہ 73تا 76۔ کتبِ احادیث میں کتاب العلم میں متعدد روایات اس سلسلے میں موجود ہیں۔

25۔ بخاری، کتاب العلم، باب طرح الامام المسالۃ عن اصحابہ یستحر ماعندھم من العلم، حدیث ٦٢

26۔ مسلم الجامع الصحیح، کتاب البر، باب تحریم الظلم، حدیث نمبر ٦٥٧٩، صفحہ ١١٢٩

26-a (بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب من شبہ اصلاً معلوماً باصل مبین

وقد بین النبی حکمهما لیفهم السائل، حدیث نمبر 7314، مسلم، کتاب اللعان، حدیث نمبر 766 تا3768)

26-b (ایضاً، حدیث نمبر 7315)

27۔ بحوالہ ابن کثیر، حافظ تفسیر القرآن العظیم، جلد سوم، صفحہ ۵۵۳

28۔ ابن ماجه، سنن ابن ماجه، باب ما یقال بعد التعلیم، جلد اول، صفحه ۲۹۸

29۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سهیل اکیڈمی، کراچی، جلد سوم، صفحه ۵۵۳

30۔ ابن ماجه، سنن ابن ماجه، باب انتفاع بالعلم والعمل به، جلد اول،صفحه ۹۲

31۔ ایضاً، صفحه ۱۲۶۳، حدیث نمبر ۳۸۴۳

32۔ دارمی، ابو محمد عبدالله بن عبدالرحمٰن، سنن الدارمی، دمشق، جلد اول، صفحه ۸۲

33۔ اس سلسلے میں دیکھیں خطیب تبریزی، مشکوٰۃ، کتاب الایمان، باب اعتصام بالکتاب والسنۃ، فصل اول۔

34۔ ایضاً

35۔ ترمذی، سنن ترمذی، ۲۳۱۶، ابواب صفۃ القیامۃ، ان الفاظ سے اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ غریب ہے لیکن الفاظ کے فرق سے اسی مضمون کی اگلی حدیث نمبر ۲۴۱۷ کو حسن کہا ہے۔ لیکن صاحب مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی صحت کے شواہد دیگر ذرائع سے ملتے ہیں۔ مشکوٰۃ، جلد دوم، صفحہ ۶۵۶، ذیل حدیث نمبر ۵۱۹۷

36۔ بخاری، کتاب الادب، باب لایلدغ المؤمن من جحر واحد مرتین، حدیث نمبر ۶۱۳۳، صفحه ۵۱۷

37۔ سنن الترمذی: حدیث نمبر3052، باب ومن سورۃ الحجر

38۔ الفرقان :۷۳

39۔ مسلم، امام، الجامع الصحیح، دارالفکر، بیروت، باب الارواح جنود مجندۃ، جلدآٹھ، صفحه ۴۱

40۔ جامع ترمذی، دارالفکر،بیروت،ابواب العلم، جلد چهارم،صفحه ۱۴۲

41۔ البخاری، کتاب العلم، باب رُبَّ مبلغ اوعیٰ من سامع، حدیث نمبر 67 ابو داؤد، امام، سنن ابی داؤد، المکتبة العصریة، بیروت، جلد سوم، صفحه ۳۲۲، نمبر ۳٦٦۰

41-a البقرة: 26

41-b ابو داؤد، کتاب العلم، باب ماجاء فی کتمان العلم، حدیث نمبر ۲٦۴۹

42۔ ایضاً، باب الاغتباط فی العلم والحکمة، حدیث نمبر ۷۳، صفحه ۹ (دارالسلام)

43۔ ایضاً، صفحہ۹

44۔ سیوطی، جلال الدین، امام، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبه التجاریة، مصر، الجزء الثانی، صفحہ ۱۸۷

45۔ ترمذی، جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، حدیث نمبر 2906، صفحہ 1943

46۔ مسند احمد، حدیث نمبر 22061، سنن الدارمی، حدیث نمبر 17، ترمذی، 2949، ابوداؤد، 1249، مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث

نمبر59

47۔ غزالی، امام، احیاء علوم الدین، جلد اول، صفحہ ۸۹
48۔ بحوالہ صبحی محمصانی، فلسفۃ التشریع الاسلامی، دارالعلم للملایین، بیروت،۱۹۶۱ء، صفحہ ۱۸۹
49۔ مسلم، الجامع الصحیح، جلد پنجم، صفحہ ۱۳۱
50۔ صبحی محمصانی، صفحہ ۱۸۷
51۔ احیاء علوم الدین، جلد اول، صفحہ ۸۹
52۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ ۸۹
53۔ ایضاً، صفحہ ۸۹
54۔ ایضاً
55۔ ایضاً
56۔ ایضاً، جلد اول، صفحہ ۹۰
57۔ ایضاً، صفحہ ۹۰
58۔ ایضاً
59۔ ایضاً
60۔ علاء الدین :کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، جلد سوم، صفحہ ۳۸۰، نیز المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث نمبر27
61۔ کنز العمال، جلد سوم، صفحہ ۳۸۲، حدیث نمبر ۷۰۵۲
62۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۳۷۹، حدیث نمبر۷۰۳۳
63۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۳۷۹، حدیث نمبر ۷۰۳٤
64۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۳۷۹، حدیث نمبر ۷۰۳۵
65۔ ایضاً، جلد سوم، صفحہ ۳۷۹، حدیث نمبر ۷۰۳۹،نیزسنن الدارمی:حدیث نمبر۳۸٤۸
66۔ الترمذی، جامع ترمذی، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، حدیث ۲۰۱۱
67۔ صحیح مسلم :حدیث نمبر۲٤،باب الامربالایمان باللّٰہ تعالیٰ
68۔ مصنف عبدالرزاق:حدیث نمبر۲۰۲۱۲،باب الاستخارۃ
69۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرفق، حدیث ٤۸۱۰
70۔ ترمذی، باب ماجاء فی التانی والعجلۃ، حدیث نمبر ۲۰۱۰
71۔ ابو داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الوقار، حدیث نمبر ٤۷۷٦

72۔ ترمذی، باب ماجاء فی التانی والعجلة، حدیث نمبر ۲۰۱۲

73۔ جامع الترمذی: حدیث نمبر ۱۹۵۶، نیز مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب الحذر والتأنّی، حدیث نمبر ۴۸۰۸

74۔ بیهقی، مشکواة المصابیح، کتاب الاداب، باب الحذرو والتانی، حدیث نمبر ۴۸۱۸

75۔ کنز العمال، المجلد الثالث، صفحه ۳۸۰، حدیث نمبر ۷۰۴۱، ۷۰۴۲

76۔ کنزالعمال، جلد الثالث، حدیث نمبر ۷۰۴۳، صفحه ۳۸۰

77۔ ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، حدیث نمبر ۲۶۸۴

78۔ ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة، حدیث نمبر ۲۶۸۱

79۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰه به خیراً یفقه فی الدین، حدیث نمبر ۷۱

80_ Ameer Ali, Syad, The Spirit of Islam, Islamic Book Service, Lahore, 1995, P.361-362

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆